eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

CC BY
OPEN ACCESS

ڈاکٹر جمیل جالبی کی ادبی تاریخ نگاری

Literary Historiography of Dr. Jamil Jalibi

احمد ولی خان، پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اُردو، جامعہ پشاور
Ahmad Wali Khan, PhD Scholar, Department of Urdu, University of Peshawar

ڈاکٹر بادشاہ منیر بخاری ایسو سی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جامعہ پشاور
Dr. Badshah Munir Bukhari, Associate Professor, Department of Urdu, University of Peshawar

Abstract

Dr. Jamil Jalibi's "Tareekh-e-Adab Urdu" is recognized as a work of basic reference among the literary histories of Urdu. He is a research oriented historian. He is, therefore, adept in logical and intellectual analysis.While finding the realities he tries his best to dig out the primary and secondary sources. One of the prominent features of this historical work is its amalgamation of both history and criticism which makes this historical work as an exquisite creation.The foundation of literary history writing laid by Dr. Jamil Jalibi is not based on what others say. He tried to touch the very soul of literature by directly benefiting from all the writings, works and almost all genuine historical and literary sources and has been perfectly successful.

Keywords: Literature, History, Historiography, Jamil Jalbi, Urdu, Genres, Poetry, Prose, Periods

کلیدی الفاظ: ادب، تاریخ، تاریخ نگاری، جمیل جالبی، اردو، اصناف، شاعری، نثر، ادوار

یہ دنیا جب سے وجود میں آئی ہے، اس میں بسنے والے انسانوں کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ اپنے ماحول اور اپنے گردوپیش کو قابو میں لے لیں۔ اس طویل جدوجہد کی کہانی کا نام تاریخ ہے، یہ کہانی جس کو ہم تاریخ کا نام دیتے ہیں خود بخود وجود میں نہیں آتی۔ انسان کو بڑی محنت ومشقت سے اسے ترتیب دے کر محفوظ کرنا پڑتا ہے۔

تاریخ صرف اقوام و ملل کے عروج و زوال، جنگ و صلح، حملہ و پسپائی، شکست و فتح، تعمیر و تخریب، مظلوم و فاقہ زدہ انسانوں کی آہ و بکاہ تک محدود نہیں۔ یہ اپنی معنوی وسعت اور جامعیت کے اعتبار سے ہماری پوری ماضی پر محیط ہے۔ حیات و کائنات کی ہر شے تاریخ کا موضوع ہے اور وہ زمان و مکاں کے قیود و حصار سے آزاد ہے۔ اس لیے تاریخی مطالعے کا نقطہ آغاز اور دائرہ کار لا محدود ہے۔ معروف مؤرخ آرنلڈ جے ٹائن بی (Arnold J. Toynbee) کے مطابق:

"حرکت پذیر انسانی معاملات کی تحقیق کا نام تاریخ ہے۔"(1)

فن تاریخ انسانی ضروریات کا منبع، اور مختلف معلومات کے اجتماع کا ذریعہ ہے۔ تاریخ کی کتابیں نہ ہوتیں تو آج کا انسان گزرے ہوئے کل سے بے خبر رہتا۔ انسان اس تاریخ ہی کے ذریعے اپنے حسب و نسب، تہذیب و تمدن، بقا و فنا کی داستان، بادشاہوں کے حالات، اقوام و ملل کے عروج و زوال تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ یہ ملی وجود کو زندگی، حرارت، قوت اور توانائی فراہم کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

تاریخ صرف واقعات کو اکٹھا کرنا نہیں، بلکہ یہ واقعات کو کسی مرکزی خیال کے حوالے سے ترتیب دینا بھی ہے، اس کا ایک نقطہ نظر ہونا بھی ضروری ہے۔ تاریخ کا موضوع ہمیشہ امر واقعہ رہا ہے اور مؤرخ انسان سے زیادہ زمانے سے دلچسپی رکھتا ہے۔ تاریخ میں مادیت پر زیادہ توجہ اور زور دیا جاتا ہے لیکن ادبی تاریخ میں ذوقِ جمال، ذوقِ سلیم اور روحانیت توجہ کے مراکز ہیں۔ ادب بیک وقت حال کی آواز اور مستقبل کی بشارت ہے۔ ادب اپنے عہد اور اجتماعی نظام کی پیداوار ہوتا ہے۔

"تاریخ ادب کی مثال اس آئینہ کی سی جس میں اس زبان کے بولنے اور لکھنے والوں کی اجتماعی و تہذیبی زندگی کی تصویر آسانی سے دیکھی جا سکتی ہے۔"(2)

ادبی تاریخ نویسی کثیر الجہت اور مشکل مرحلہ ہے۔ اس مرحلے کے دوران بے شمار شعوری اور لاشعوری عناصر کا سامنا رہتا ہے اور یہ عناصر مورخ پر کسی نہ کسی ذریعے اثر انداز ہوتے ہیں اور اسے ایک خاص نقطہ نظر اور مخصوص رخ کی طرف لے چلتے ہیں۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری لکھتے ہیں:

"تاریخ کے سفر میں ماضی کے تاریک اور نیم تاریک اندھیروں میں انسان، معاشرے اور تہذیب وثقافت کے مظاہر میں ادب کی مختلف صورتوں کا جائزہ لینا بے حد مشکل کام ہے۔ افراد کے دھندلے خاکوں، بجھے بجھے مرقعوں اور خوابیدہ ادبی شعور سے ہم کلام ہونا آسان نہیں ہے۔ یہ ادبی مؤرخ کا کڑا امتحان ہے کہ وہ کسی دور کو سمجھنے اور سمجھانے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔"(3)

ادبی مؤرخ کی ذمہ داریاں ایک عام مؤرخ کے مقابلے میں حساس نوعیت کی ہوتی ہیں۔ اس کے کندھوں پر وہ تمام ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں جو ایک عام مؤرخ کی ہوتی ہیں، اور ساتھ ساتھ اضافی اور حساس نوعیت کی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی ان کے ذمے ہوتا ہے جس سے وہ ہر لمحے نبرد آزما رہتا ہے۔ اس وجہ سے ادبی تاریخ لکھنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ ادبی مؤرخ نہ صرف سیاسی اور سماجی شعور کا حامل ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسے زبان وبیان کے مختلف وسائل اور مسائل کا بھی سامنا رہتا ہے۔ وہ سیاسی اور سماجی تبدیلیوں کا نہ صرف شعور رکھتا ہے بلکہ ان تبدیلیوں کے نتیجے میں عام افراد پر ان کے اثرات سے بھی کماحقہ واقف ہوتا ہے۔ ادب کن حالات میں پیدا ہوتا ہے؟ ادیبوں اور شاعروں کے ذہن میں تخلیق کے وقت کون سے عناصر کام کرتے ہیں؟ ادبی اصناف میں تبدیلی کیسے آتی ہے؟ اور فن کا تصور کس طرح تبدیل ہوتا ہے؟ پسند وناپسند کا معیار ایک جیسا کیوں نہیں رہتا؟ سرپرستوں کی تبدیلی کے ادب پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ یہ سب مسائل کسی نہ کسی شکل میں ادبی مؤرخ کے ذہن میں آنے چاہیے۔ ورنہ اس کی تحریری کاوش کو تاریخ ادب کا نام دینا تاریخ کی روح سے ناواقفیت کے مترادف ہوگا۔

ادب کی تاریخ وہی بہتر ہوگی جو اردو ادب کی ابتدا اور عہد بہ عہد تبدیلیوں اور ترقیوں کا مکمل جائزہ لے کر اس عہد کے مخصوص تخلیقی مزاج کو سامنے رکھ کر مختلف مدراج کو واضح طور پر بیان کرے، اور اس کے آغاز اور ارتقا کے سیاسی، تاریخی، معاشی اور ادبی اسباب واثرات پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے ہر دور کے سیاسی، تاریخی، معاشرتی، اقتصادی اور ادبی ماحول پر بھی روشنی ڈالے۔ ہر دور کے ان اثرات کا ذکر تاریخ ادب میں ضروری ہے جو اپنے نقشِ قدم ادب پر ثبت کر گئے ہوں۔ اس تاریخ میں مختلف ادوار اور شعرا وادبا میں باہمی ربط وتعلق کو بھی واضح کیا گیا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس دور کے گمنام مصنفین اور نایاب تخلیقات کو منظر عام پر لانے کے لیے بھرپور کوشش کی گئی ہو۔ ان کے ساتھ ساتھ ان

رجحانات اور تحریکوں کو بھی واضح کرے جو گوشہ گمنامی میں پڑے ہیں، ان تمام کے متعلق اور ہر اہل فن کے بارے میں ذاتی رائے اور انفرادی تنقید بھی کی گئی ہو۔ تحقیق کے ذریعے حقائق اور واقعات کی صحت کا تعین اور تنقیدی شعور کے ذریعے نتائج اخذ کئے گئے ہوں۔

تحقیق و تنقید کے اس امتزاج کے ساتھ ہمیں اس تاریخ میں کئی سطحیں مل جائیں گی۔ تنقیدی و فکری بھی، اور تحقیقی و تہذیبی بھی۔ روایت و تبدیلی کا سفر بھی اور شاعروں، مصنفوں کا تجزیہ بھی۔ سوانحی حالات بھی اور تصانیف کا مطالعہ بھی۔ اسلوب و طرز کا سلیقہ بھی اور لسانی تبدیلیوں کے مباحث اور ان کا تجزیہ بھی۔

تاریخ ادب کا کام صرف یہ نہیں کہ واقعات و حقائق کو بیان کیا جائے بلکہ ضروری ہے کہ مختلف سروں کو باہمی ربط دے کر ایک ایسی تنظیم میں لے آئے کہ اس دور کی ایک مکمل تصویر قاری کے ذہن پر نقش ہو جائے، اور ادب کا حقیقی تاریخی ارتقا بھی نظروں کے سامنے آجائے۔ تاریخ بیک وقت کیوں اور کیسے کا جواب بھی ہے۔ جس میں مختلف عوامل اور رجحانات کی وجہ دریافت کر کے انہیں ایک لڑی میں پرویا جا سکتا ہے۔ زندگی کی واضح جھلک ادبی تاریخ میں نظر آنی چاہیے اور اس کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آنی چاہیے کہ حال کا ماضی سے کیا رشتہ ہے؟ اور حال ماضی کو کیسے بدلتا ہے؟ یہ تمام باتیں طویل تاریخ نگاری کے خصائص میں شمار ہوتی ہیں۔

اردو میں ادبی تاریخ نویسی کا باقاعدہ آغاز محمد حسین آزاد کی کتاب "آب حیات" (جو کہ پہلی دفعہ 1880ء میں شائع ہوئی) سے ہوتا ہے۔ بعض مؤرخین کے مطابق یہ تذکرہ نگاری اور تاریخ ادب کی درمیانی کڑی ہے۔ اس کے بعد آج تک ادبی تاریخ نگاری مختلف صورتوں میں ہوتی رہی جس میں مختلف مؤرخین نے ادبی تاریخ نویسی کے حوالے سے اجتماعی اور انفرادی طور پر گرانقدر خدمات انجام دیں ہیں۔ ان میں ہر ایک مؤرخ کی تاریخ اُردو ادب کی تاریخ نویسی میں ایک بہترین اور خوبصورت اضافہ ہے اور اس اضافے میں اب تک ایک معتبر اور مستند نام ڈاکٹر جمیل جالبی کی "تاریخ ادب اردو" کا ہے جو کہ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

اردو میں ادبی تاریخ نگاری کے حوالے سے جمیل جالبی ایک معتبر اور مستند حوالہ رکھتے ہیں ان کی تحریر کردہ تاریخ ایک جامع اور ضخیم ادبی تاریخ تصور کی جاتی ہے۔ اس تاریخ میں ابتدا سے لے کر انیسویں صدی کے آخر تک کے حالات بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان

ہوئے ہیں۔ "تاریخ ادب اردو" چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس کی پہلی جلد جولائی 1875ء میں شائع ہوئی۔ یہ جلد دور قدیم کو زیر بحث لاتی ہے۔ جس میں آغاز (اردو کی ابتداء) سے لیکر 1750ء تک کا ادبی ولسانی سفر مستند اور معتبر حوالوں کے ذریعے ہم تک پہنچتا ہے۔ اگرچہ اس میں بعض مؤرخین نے تحقیقی تسامحات کا سراغ لگایا ہے اور ان کی نشاندہی کی ہے لیکن یہ ایسے تسامحات ہیں جن کی بناپر اس تاریخ کے حقیقی تحقیقی وتنقیدی معیار کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچتا۔

دوسری جلد جون 1982ء زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ اس جلد میں اٹھارویں صدی کے ادب اور لسانیات کو پرونے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں اٹھارویں صدی کا مکمل سیاسی منظر نامہ، طرز فکر، معاشرتی رویوں کو بیان کرنے کے بعد شمالی ہند میں اردو شاعری کی ابتدائی روایت، لسانی خصوصیات، شمال ودکن کی زبانوں کا فرق، رزم نامے، طنز و ہجو کی روایت، جعفرزٹلی، فارسی کے ریختہ گو شعرا، ولی دکنی، ایہام گوئی کی تحریک، رد عمل کی تحریک، اردو شاعری کے عہد زرین کے شعرا کا تفصیلی بیان اور اٹھارویں صدی میں اردو نثر، جیسے اہم موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ تیسری جلد جون 2006ء میں شائع ہوئی۔ اس جلد میں انیسویں صدی کے سیاسی منظرنامے، تہذیبی ومعاشرتی رویے اور تبدیلی کے عمل کو خوبصورت اسلوب میں بیان کرنے کے بعد اردو شاعری، محرکات ورجحانات، روایت کا سفر، معیار سخن، قلندر بخش جرات، انشاء اللہ خان انشا، غلام ہمدانی مصحفی، سعادت یار خان رنگین، ثناء اللہ فراق، ولی اللہ محب، شاہزادہ سلیمان شکوہ، مرزا محمد تقی خان ہوس، اس دور کے معروف وغیر معروف شعرا، فوٹ ولیم کالج اور اس کے مصنفین کی تفصیل، نوطرز مرصع اور فسانہ عجائب، ناسخ اور آتش، اندر سبھا اور واسوخت، شاگردانِ آتش اور اردو مثنوی، بادشاہ واجد علی شاہ اور نظیر اکبر آبادی جیسے اہم موضوعات کا تحقیقی وتنقیدی تجزیہ کیا گیا ہے۔ "تاریخ ادب اردو" کی آخری جلد (جلد چہارم) 2012ء میں منظر عام پر آئی۔ جس میں انیسویں صدی کے نصف آخر تک کے ادیبوں اور ادبی تحریکوں کا مفصل تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

"تاریخ ادب اردو" دوسری تاریخوں کے مقابلے میں ایک بہتر اور معیاری نمونہ ہے۔ اگرچہ بعض جگہ مقامی روایتوں کی چھان بین اور تحقیق وتجزیے میں تاریخ کی منطقی ربط سے منحرف ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بعض جگہ نثر کو شاعرانہ احساسات سے الگ کرکے بیان کیا گیا ہے۔ یہ بات تیسری جلد میں شدت سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے ذکر سے پہلے سلیمان شکوہ اور صادق اختر وغیرہ کا ذکر کرچکا ہوتا ہے۔ یہاں نثر میں فورٹ ولیم کالج

کا ادب مکمل طور پر ایک الگ دنیا میں تخلیق ہوتا نظر آتا ہے اور اس زمانے کے تخلیق کار اس کے متوازی مطالعے میں نظر آتے ہیں اور اس کے بعد ہمیں واپس آتش وناسخ کی طرف لوٹنا پڑتا ہے۔

یوں اگر دیکھا جائے تو ڈاکٹر جمیل جالبی کو ابتدا سے لیکر انیسویں صدی کے نصف آخر تک کے ادبی سفر کی مستند اور معتبر روداد اور اس دور کی ادبی تاریخ کا تجزیہ کرنے کے لیے اپنی عمر عزیز کے نصف سے زائد قیمتی زمانہ صرف کرنا پڑا۔ اس سے اس بات کا تعین مشکل نہیں کہ جمیل جالبی نے "تاریخ ادب اردو" پر اپنی بیشتر توانائیاں صرف کیں۔ "تاریخ ادب اردو" پچاس برس پر محیط صبر آزما تحقیقی عمل اور ادبی تاریخ کے ساتھ ان کے فطری شغف کا بھی عکاس ہے اور ان کی غیر معمولی مستقل مزاجی کا بھی۔ اس بات کا اعتراف خود ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی کیا ہے انہیں اس راستے میں پیش آنے والے مسائل کا بھی ادراک ہے اور اس بات کا پتہ بھی کہ اتنا بڑا منصوبہ اداروں کا ہوتا ہے ایک فرد کا نہیں۔ اپنے اس تحقیقی منصوبے کی تکمیل میں انہیں طمانیت کا احساس ہوتا ہے۔[4]

اردو کی ادبی تواریخ میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی "تاریخ ادب اردو" بنیادی حوالے کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ ایک محققانہ مزاج کے مؤرخ ہیں۔ اس لیے حقائق کا منطقی، عقلی اور معروضی تجزیہ کرنے میں انہیں مہارت حاصل ہے۔ حقائق کے کھوج میں وہ بنیادی اور ثانوی ماخذات تک رسائی کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ اس تاریخ کی جو سب سے نمایاں خصوصیت نظر آتی ہے وہ تاریخ اور تنقید کا خوبصورت امتزاج ہے۔ جس کے نتیجے میں ہمارے سامنے تاریخ کی ایک سلجھی ہوئی صورت نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب کی بنیاد دوسروں کی رائے یا سنی سنائی باتوں پر نہیں رکھی، بلکہ ساری کلیات، ساری تصانیف، کم وبیش سارے اصلی تاریخی، ادبی وغیر ادبی ماخذات کا براہ راست مطالعہ کرکے روحِ ادب تک پہنچنے کی سعی کی اور مکمل طور پر اس مرحلے سے کامیاب گزرے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کے اس بیان میں ذرا بھی مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ تاریخ کی چاروں جلدوں (خصوصاً پہلی دو جلدیں) میں فٹ نوٹ کے حوالوں، کتابیات اور اشاریوں کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ انہوں نے کس قدر اصل اور بنیادی ماخذات تک رسائی حاصل کرکے ان کا براہ راست مطالعہ کیا۔ پچھلے صفحات میں ان مخطوطات، قلمی

بیاض اور قلمی کتابوں کی تفصیل درج کی گئی ہے۔ ان مخطوطات کی تعداد بھی اس قدر زیادہ ہیں جتنے کہ مطبوعات۔ قلمی کتابوں کی چند سطروں کو پڑھنا دل گردے کی بات ہے جب کہ جالبی صاحب نے گجری اور دکنی ادب کے مطالعے کے دوران جتنے زیادہ مخطوطات، جتنی زیادہ قدیم بیاضوں اور تاریخ وسوانح کی کتابوں کے حوالے پیش کیے ان کی تعداد قابل قدر ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ادبی تاریخ کو کسی مخصوص ادبی نظریے، دبستان، شخصیت یا تحریک کی آنکھ سے دیکھنے اور لکھنے کی کوشش کبھی نہیں کی، بلکہ حقائق کو محض حقائق کے روپ میں دیکھتے رہے اور تاریخ نگاری کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں پرکھ کر قاری کے سامنے لاتے ہیں۔ اپنی پسند وناپسند کے مقابلے میں مواد کی معروضیت کو اہمیت دی اور مواد کی صحت کا بھرپور خیال رکھا۔ کسی بھی عہد کے کارناموں کو ان کے سیاسی، سماجی اور فنی ماحول سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاتا۔ ادبی تاریخ ایک طرف چونکہ سوانح عمری بھی ہوتی ہے۔ اس لیے مصنف نے ادب کو بدلتے ہوئے تہذیبی ارتقا کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی اور کامیاب رہے۔ ہر دور کے تاریخی حالات وواقعات کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اور ان واقعات کے اثر کو اس دور کے ادب میں تلاش کرنے کی کوشش بھی موجود ہے۔ اس لیے اس تاریخ میں سماجی شعور اپنی ترقی یافتہ شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل نے اسی وجہ سے اس تاریخ کو اس سے پہلے لکھی جانے والی تواریخ پر فوقیت دی ہے۔ ان کے بقول:

> "اب تک اردو ادب کی جو متعدد تاریخیں لکھی گئی ہیں، یہ (تاریخ ادب اردو) ان سے اس اعتبار سے مختلف اور اہم ہے کہ اس میں ادب کا مطالعہ تہذیبی ومعاشرتی عوامل کی روشنی میں کیا جارہا ہے۔"(5)

تاریخ صرف واقعات کو یکجا کر کے ترتیب نہیں دیتا بلکہ یہ واقعات کو کسی مرکزی خیال کے حوالے سے ترتیب دینے کا علم ہے۔ کسی بھی ادب کا اپنا ایک الگ مزاج ہوتا ہے۔ اس طرح اس کے مختلف ادوار بھی اپنا مزاج رکھتے ہیں۔ اس لیے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ آج ہمارا انداز فکر کیا ہے اور اس فکر کی روشنی میں ہمیں ماضی کتنا دکھتا ہے۔ ایک طرف تاریخ ماضی کا مطالعہ ماضی کے حوالے سے کرتی ہے اور دوسری طرف حال کو سامنے رکھ کر ماضی کو سمجھنے کی بھی کوشش کرتی ہے۔ مثلاً یہ کہ رنگینؔ کا دور یا جراتؔ وانشاؔ کا دور اس کے کلام کے متعلق کیا رائے رکھتا ہے۔ نظیر اکبر آبادی غیر اہم ہوتے ہیں تو کبھی صحیح معنوں میں سب سے بڑے ہندوستانی شاعر، کوئی غالبؔ کا چاہنے والا تو کچھ ذوقؔ کے طرفدار۔ ایسے نازک معاملات

میں رائے دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مؤرخ میں بیک وقت تاریخی شعور بھی ہو اور قوت تجزیہ بھی۔ نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت اور گہری تنقیدی نظر بھی۔ تحقیقی مزاج وتربیت بھی ہو اور گہرا لسانی شعور بھی۔ اس نے نہ صرف اپنے ادب کا مربوط مطالعہ کیا ہو بلکہ قدیم وجدید بلکہ جدید تر ادب پر بھی گہری نظر رکھتا ہو۔"(6)

تاریخِ ادب کا کام صرف یہی نہیں کہ واقعات وحقائق کو من وعن بیان کیا جائے بلکہ مؤرخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مختلف سروں کو باہمی ربط دے کر ایک ایسی تنظیم میں لائے کہ اس دور کی ایک مکمل تصویر پڑھنے والے کے ذہن پر نقش ہو جائے اور ادب کا حقیقی تاریخی ارتقا بھی نظروں کے سامنے آجائے۔ لہٰذا ادبی تاریخ نویس کے مسلمہ اصول میں ایک اصول تسلسل کا بھی ہے۔ ادب کو تسلسل سے دیکھنے کی ضرورت تھی۔ جب ہم اردو ادب کی تاریخوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو سکوت کے لمبے لمبے وقفے نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ تاریخ جب مختلف حصوں میں ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ جس میں مختلف اصناف کے حوالے سے مختلف تحریکوں اور علاقوں کے حوالے سے تاریخیں مرتب ہیں جن کی وجہ سے تسلسل ٹوٹ جاتا ہے۔ اس تاریخ میں ابتدا سے آخر تک تسلسل کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش موجود ہے۔ یہاں ادب اور زندگی کے تسلسل کو بہترین اور خوبصورت اسلوب کے ذریعے ذہن نشین کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں یہ مورخ کے ذہن میں ہیں اور ان کو بیان کرنے اور قاری تک رسائی ان کی اولین ترجیح ہے۔

ہمیشہ وہی تاریخ معتبر رہی ہے جس میں اپنے دور کے سیاسی، ثقافتی اور دیگر تناظرات کی عکاسی کی گئی ہو۔ ہر پڑھنے والے کی اپنی ذہنی سطح ہوتی ہے اور ہر مصنف کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ کسی حد تک قاری کو متاثر کر سکے۔ تبسم کاشمیری کے بقول، ادب کی تاریخ جس قدر تہذیبی، ثقافتی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی تاریخ سے مزین ہو گی، اسی قدر زیادہ گہری، زیادہ بصیرت افروز اور زیادہ مفاہیم ومطالب کو اپنے اندر سما سکے گی۔(7)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی تاریخ میں غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فیصلوں میں معروضیت کو برقرار رکھا ہے۔ جس نکتے کی جتنی وضاحت ضروری تھی اس تک خود کو محدود رکھا اور تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے آگے کا سفر جاری رکھا۔ محنت اور دیانت داری کسی بھی کام میں بنیادی اہمیت کا درجہ رکھتی ہیں۔ تحقیق کا نام ہی چونکہ دیانتداری ہے اس

لیے اس میں اس بات کا خصوصی خیال رہے کہ مورخ تعصب سے پاک ہو۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی ادبی تاریخ نگاری کا جب ہم نے مطالعہ کیا تو اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا کہ یہ تاریخ جدید اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ اسلوب کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔ دستاویزات وماخذات مستند و معتبر ہیں۔ مؤرخ میں تاریخی شعور اور قوت تجزیہ بھرپور ہے اور اس میں ساتھ نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔

ڈاکٹر گیان چند جین نے ڈاکٹر جمیل جالبی کی تاریخ ادب اردو کو اردو ادب کی تاریخ نگاری کا نقطہ عروج قرار دیا ہے۔اس کی رائے ہے کہ جالبی صاحب نے تاریخ کے نظریے پر شعوری توجہ دی ہے اور اپنی تاریخ کو ادبی روایات کے نقطہ نظر سے ترتیب دینے کے ساتھ تحقیق و تنقید کے بہترین تناسب سے قائم کیا ہے۔لکھتے ہیں:

"اصناف ادب کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ افکار کی تاریخ بھی بیان کی گئی اور سب سے زیادہ ادب اور کلچر کے باہمی ردِ عمل پر زور دیا گیا۔"(8)

ادبی تاریخ نویسی ایک پیچیدہ اور کٹھن راستہ ہے جس کا فہم مؤرخ کی تاریخی بصیرت کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ ادبی مؤرخ اپنی تاریخی بصیرت سے ان سیاسی، سماجی، معاشی، فکری اور تہذیبی رابطوں کو دریافت کرتا ہے جو تخلیق، تخلیق کار اور عہد کو آپس میں ملاتے ہیں۔ ادب کی معنونیت زندگی کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے یہ معنویت مستقل شے نہیں، بلکہ یہ مؤرخ کا وہ تاریخی شعور ہی ہے جو اسے آنے والے زمانے میں ہونے والی معاشرتی، تہذیبی، لسانی اور جمالیاتی اقدار میں تبدیلیوں کی بصیرت بھی عطا کرتا ہے جس کی بدولت وہ فن اور فن پارے کی بدلتی ہوئی معنویتوں کا ادراک حاصل کر سکے۔

جالبی نے اپنی تاریخ میں مختلف زمانوں کے ادب کو اس کے اپنے زمانے میں رکھ کر دیکھنے کی کوشش کی ہے، اور اس کے نتیجے میں ادبی اقدار کے تعین اور ان کا محاکمہ اور مختلف تخلیق کاروں میں افتراق واشتراک کی بنیاد پر فیصلہ کرکے تاریخ ادب میں ان کے مقام و مرتبے کا تعین بھی کیا ہے۔اس کے ساتھ ہر باب کے شروع یا آخر میں کوشش کی گئی ہے کہ ادب کو تہذیب اور سماج کے اندر رکھ کر دیکھا جائے۔ اس لیے پورا سماج اور اس کی تہذیب صفحات تاریخ پر چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ بنیادی طور پر انہوں نے ادب کو ادب کی حیثیت سے دیکھا ہے لیکن کلچر، فکر اور تاریخ کے تخلیقی امتزاج سے تاریخ ادب کو ایک وحدت، ایک اکائی بنانے کی کوشش کی ہے۔ کوئی بھی ادبی مؤرخ تہذیبی اور سماجی شعور کے بغیر کبھی بھی مستند

ادبی تاریخ لکھنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ اسی معاشرتی تناظر کے وسیلے سے جالبی صاحب کے پیش نظر ہر عہد کا وہ سیاسی اور سماجی پس منظر رہا ہے جو ادب و شعر کی تخلیق کے محرکات رہے ہیں، اور ادب و شعر نے ان سے فیض بھی اٹھایا ہے اور ان سے اثر بھی قبول کیا ہے۔ یہ وصف اور انفرادیت اردو زبان و ادب کی کسی بڑی سے بڑی اور معروف تاریخ میں بھی نظر نہیں آتی۔

ڈاکٹر جمیل جالبی تاریخ میں ادبی "ادب اُردو" سچائیوں کو جاننے اور موجودہ ادب کی ابتدا اور ارتقا کو بیان کرنے میں مکمل طور پر کامیاب رہے۔ ان سچائیوں کو بیان کرنے کے لیے مؤلف نے بے شمار ماخذات اور معلومات کا سہارا لیا۔ عصری شعور کے ادراک کی بدولت حقائق کو جاننے اور بیان کرنے میں بھی اپنا پورا حق ادا کیا اور ایسی تاریخ لکھ ڈالی جو جدید دور کا ایک مستند اور معتبر حوالہ ہے۔

بنیادی طور پر ڈاکٹر جمیل جالبی نے "ادب" کو ادب کی حیثیت سے دیکھا ہے اور کلچر، فکر اور تاریخ کے تخلیقی امتزاج سے اس تاریخ کو ایک اکائی بنانے کی کوشش کی ہے۔ اسی امتزاج کے ساتھ ہمیں اس میں کئی سطحیں ملتی ہیں جن میں ایک سطح ان کا اسلوب بھی ہے۔ ایسا اسلوب رواں اور شگفتہ ہونے کے ساتھ ساتھ عام بول چال کے قریب ہوتے ہوئے بھی ادبی ہے۔ رنگین اور شاعرانہ اسلوب سے خود کو بچانے کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے تاکہ اسلوب کی رنگینی اصل تاریخ کو متاثر نہ کر سکے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے وہ اسلوب اختیار کیا جسے ناقدین نے اردو کی ادبی تاریخ نگاری کا بنیادی اسلوب قرار دیا۔ یہ اسلوب اپنا بھرپور فنی اثر رکھتا ہے۔ یہ سادہ اسلوب ہے لیکن مکمل طور پر پوری بات کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ ادبی مؤرخ کو اپنی تاریخ دوسروں سے مختلف کرنے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سب سے بہترین ہتھیار اسلوب ہی ہے جس کے ذریعے اپنی الگ پہچان مورخ کرا دیتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی انتہائی خوش اسلوبی سے اس مقام سے گزر جاتے ہیں اور وہ اسلوب اردو ادب و تاریخ کو دیتے ہیں جس میں فن اور فکر کے امکانات سمونے کی صلاحیت موجود ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین اس تاریخ کے حوالے سے اپنا مجموعی تاثر یوں بیان کرتے ہیں:

> "یہ کام اکیلے اک فرد کا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس قدر مشکل اور طویل کام کو اس قدر حسن و خوبی کے ساتھ کوئی ادارہ بھی مکمل نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر جالبی صاحب کا کام کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اس کا

اندازہ اہل نظر اور اہل علم ہی لگا سکتے ہیں۔ جالبی صاحب نے جس کثرت سے اصل و بنیادی مآخذ کو دیکھا ہے، اس کی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ ان کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس تاریخ میں معلومات کا اک نایاب ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ کوئی محقق اور مورخ ایسا نہ ہو گا جس نے اس تاریخ سے استفادہ نہ کیا ہو، اور کوئی نقاد ایسا نہ ملے گا جسے جالبی صاحب کے تنقیدی بیانات سے رہبری و روشنی نہ ملی ہو۔"(9)

غرض یہ کہ ڈاکٹر جمیل جالبی ادبی تاریخ کا ایک معتبر اور مستند حوالہ ہے جسے آنے والے محققین و ناقدین فیض پاتے رہیں گے۔

حوالہ جات

1. خلیل الرب، تاریخ کا مطالعہ کیسے کیا جائے، دارالشعور لاہور، 2012، ص17
2. جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اور جلد اول پیش لفظ، مجلس ترقی ادب لاہور، 2013
3. تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، اردو ادب کی تاریخ (ابتدے 1857 تک)، سنگ میل لاہور، 2002، ص11
4. جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اور جلد اول پیش لفظ، مجلس ترقی ادب لاہور، 2013
5. معین الدین عقیل، ڈاکٹر، پاکستان میں اردو تحقیق، مشمولہ اردو میں اصول تحقیق، جلد دوم، مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد ڈویژن پبلشرز، 2001، جلد چہارم، ص307
6. جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب، اردو جلد دوم، مجلس ترقی ادب لاہور، 2013، ص16
7. تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تاریخ کی تشکیل نو کے مسائل، مشمولہ تخلیقی ادب، نمل یونیورسٹی اسلام آباد، جنوری 2008ء، ص11
8. گیان چند جین، ڈاکٹر، اردو ادب کی تاریخیں، انجمن ترقی اردو پاکستان، 2000، ص21
9. ایضاً، ص728